ملالہ پر حملہ اور فرضی ترجمان

تحریر: سہیل احمد لون

یہ بات تو مشہور ہے کہ ہر کامیاب آدمی کے پیچھے ہمیشہ ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک بھی نہیں دنیا میں آنکھ کھولتے ہی ہم اس عورت کی گود میں ہوتے ہیں جو خالق کائنات کے بعد ہمیں بے لوث چاہنے والی ہے اور ممتا کا لا ثانی جذبہ اسے سب رشتوں سے ممتاز کرتا ہے۔ بہن ایسا رشتہ ہے جسے بھائی اتنا عزیز ہوتا ہے کہ اپنے بچوں کو چندا ماموں ہی یاد کرواتی ہے کبھی چاچو کو چندا نہیں بتائے گی۔ بیٹی احترام کا ایسا رشتہ جس کی آمد پر سرور کائنات بھی اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ ایک بار ملنے والی انمول زندگی کا ہمسفر بیوی کی صورت میں شریک حیات کہلاتا ہے۔ انسان کی کسی بھی کامیابی کے پیچھے ماں، بہن، بیٹی یا بیوی کا ہاتھ تو ضرور ہوتا ہے۔ یہ وہ رشتے ہیں جن کے ہاتھ ہماری کامیابی کے لیے بغیر کسی طمع کے دعا کے لیے خود بخود اٹھتے ہیں۔ عورت کی محبت میں تاج محل جیسے شاہکار بھی بنے اور عورت کی بے رخی اور بے وفائی سے نامور شاعر، گلوکار اور بعض اوقات شیخ رشید جیسے سیاستدان بھی بنے۔ کبھی کبھار ہماری کم عقلی کی وجہ سے عورت فساد کی وجہ بھی بن جاتی ہے۔ اگر مرد کی کامیابی کے پیچھے عورت کا ہاتھ ہے تو پھر اس کامیابی کے صدقے حقوق نسواں کا خیال رکھنا مرد پر فرض ہونا چاہیے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ علم اور تعلیم کے بغیر کامیاب ہونے کا تصور ہی سب سے بڑی جاہلیت ہے۔ سیکھنے کا عمل تو ماں کے پیٹ سے ہی شروع ہو جاتا ہے اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بچہ ماں کی کوکھ سے گود تک سیکھنے کے تیز ترین دور سے گزر رہا ہوتا ہے۔ ہر شخص کی پہلی تربیت گاہ اور درس گاہ اپنا گھر ہوتی ہے جس میں اس کا پہلا معلم ماں ہوتی ہے۔ یہ بھی قدرتی امر ہے کہ انسان کا پہلا آئیڈیل اس کی اپنی ماں ہی ہوتی ہے۔ کسی عمارت کی مضبوطی اس کی بنیادوں کے مرہون منت ہوتی ہے اسی طرح انسانی اقدار کی بنیادیں رکھنے میں ماں کا سب سے اہم کردار ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے بعد ہمارا سب سے زیادہ خیر خواہ ماں کے علاوہ اس دنیا میں کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیا دنیا کے اس اہم ترین رشتے کو تعلیم کے زیور سے محروم رکھ کر ہم کامیابی کی منزلیں طے کرنے کا خواب دیکھ سکتے ہیں؟ تعلیم کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، تربیت بھی تعلیم کے بغیر ناممکن ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمارا پہلا آئیڈیل، پہلی درس گاہ، پہلا معلم اور پہلی تربیت گاہ تو جاہلیت کے اندھیرے میں رہے اور ہم علم کے نور سے منور ہو جائیں۔ آج کی بچی ہی کل کی ماں ہے اگر اسے تعلیم کی شمع سے دور رکھا گیا تو ہمارا مستقبل بہت تاریک ہو جائے گا۔ پتھر کے زمانے اور آج کے دور کے انسان میں فرق عقل و دانش کے استعمال کا ہے جو تعلیم کی وجہ سے ہے۔ بدقسمتی سے وطن عزیز میں مٹھی بھر جاہل جن کی سوچ کا انداز آج بھی پتھر کے زمانے کے لوگوں جیسا ہے جو عورتوں کو صرف بچہ پیدا کرنے والی مشین سے زیادہ کچھ بھی سمجھنا "مردانگی" کی توہین سمجھتے ہیں۔ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے انتہا پسند، شدت پسند یا دہشت گرد جو اپنے آپ کو کسی بھی ٹولے سے منسوب کر لیں وہ کسی صورت بھی انسان کہلانے کے لائق نہیں۔ اسلام نے تو جنگ میں بھی اصول وضع کیے ہیں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں پر وار کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ نام نہاد اسلام کے ٹھیکیداروں نے ایک نہتی لڑکی ملالہ یوسف زئی پر بندوق کی گولی سے حملہ کر کے مجرمانہ ہی نہیں بزدلانہ فعل بھی کیا ہے۔ اس معصوم نہتی بچی کا آخر کیا قصور تھا؟ وہ تعلیم حاصل کرنا

چاہتی تھی اور اس کے لیے اس نے مسلح اور سفاک لوگوں کے خلاف بہادری کا علم بلند کیا۔ وطن عزیز میں امن وامان کی صورت حال تو کہیں بھی بہتر نہیں مگر شمالی علاقہ جات میں دہشت گردی نے سرسبز وشاداب علاقے کو بارودی دھوئیں اور انسانی خون کے بو میں کسی طالب یا طالبہ کا علم کے حصول کے لیے گھر سے نکلنا بھی جہاد ہی نظر آتا ہے۔ سوات میں پیش آنے والے اس شرمناک واقع میں ملالہ سمیت تین لڑکیاں جہالت کی وحشت گردی کا نشانہ بنیں۔ اس واقعے کی جتنی بھی مذمت کی جائے وہ کم ہے، بدقسمتی سے معصوم طالبہ کے ساتھ آنے والا یہ شرمناک واقعہ ایک حقیقت ہے جس سے کئی افسانے جنم لینا شروع ہو گئے ہیں۔ بان کی مون نے افسوس اور ہمدردی کا اظہار کیا، براک اوبامہ صرف ہمدردی کا مرہم نہیں بلکہ جدید طرز کا ''آپریشن'' کرنے کے موڈ میں نظر آتے ہیں۔ پتہ نہیں کہاں کہاں سے ''فضائی ''ایمبولینس اپنی طبی سہولتیں دینے کو تیار کھڑی ہیں۔ معصوم بچی کے ساتھ پیش آنے والے سانحے کو موقع پرست بلینک چیک سمجھ کر کیش کروانے کی دوڑ میں ہیں۔ ملالہ موت سے جنگ لڑ رہی ہے تو دوسری طرف دو متضاد سوچوں میں تصادم دیکھ کر افسوس ہو رہا ہے۔ ایک سوچ ملالہ کی شجاعت کو سلام کرنے کی بجائے اس کی ذہانت، قابلیت اور جرات کو مشکوک کرنے میں لگی ہے جن کے خیال میں ملالہ گل مکئی کے نام سے بی بی سی میں پبلش ہونے والی ڈائری خود نہیں لکھی تھی۔ ان کے خیال میں ملالہ کو کسی خاص مقاصد کے حصول کی خاطر استعمال کیا گیا۔ سترہ سالہ محمد بن قاسم سندھ فتح کرسکتا ہے، سترہ سالہ طارق بن زیادہ کشتیاں جلاسکتا ہے، آٹھ سالہ عدنان سمیع میوزک کی دینا میں کمپوزنگ کرکے تاریخ رقم کرسکتا ہے، نو سالہ ارفعہ کریم کمپیوٹر کی دنیا میں تہلکہ مچاسکتی ہے تو گیارہ برس کی عمر میں ملالہ نے گل مکئی کے نام سے ڈائری لکھ دی تو یقین کیوں نہیں کیا جارہا؟ جن کے خیال میں پاکستانی طالبان کا کوئی وجود نہیں یہ ایک سوچی سمجھی سازش ہے جس کا ذمہ دار امریکہ ہے۔ دوسری سوچ جس میں میڈیا بھی شامل ہے اس کی حمایت میں میں اتنا فارورڈ کھیل رہی ہے کہ وہ ''آف سائیڈ'' ہو چکا ہے جہاں زیادہ دیر رہنا ''فاوَل'' کہلاتا ہے۔ ہمیں میانہ روی کے ساتھ حقیقت پسندانہ رویہ رکھنا چاہیے۔ ملالہ کے ساتھ پیش آنے والے دہشت گردی کے واقعے میں بیرونی ہاتھ کی بازگشت بھی سنائی دے رہی ہے۔ قائداعظم کی وفات جن حالات میں ہوئی، مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح کی موت، قائد ملت لیاقت علی خان کی شہادت، قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کا عدالتی قتل، قاتل جمہوریت ضیاء الحق کا فضاء میں ہوا ہونے کا واقعہ، مرتضی بھٹو کا قتل، دختر مشرق محترمہ بینظیر بھٹو کی شہادت، سری لنکن کرکٹ ٹیم پر حملہ، حساس اداروں کے ہیڈ کوارٹرز پر حملہ، کامرہ بیس پر حملہ، اسامہ بن لادن کا پاکستان میں امریکی فوج کے ہاتھوں مارے جانا، میمو سکینڈل جیسے کئی واقعات ہیں جن میں ایک چیز مشترک ہے ''سازش...... بیرونی یا خفیہ ہاتھ'' اب تو حال یہ ہے کہ ہماری ٹیم میچ ہار جائے یا آئی پی ایل میں کوئی لفٹ نہ ہو، کھلاڑی میچ یا سپاٹ فکسنگ میں رنگے ہاتھوں پکڑے جائیں ہم اسے کسی سازش، یا خفیہ بیرونی ہاتھ کا نام دے کر اپنی عادت پوری کر لیتے ہیں۔ اب تو لوگ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ عسکری قیادت کے انتخاب میں بھی بیرونی ہاتھ ملوث ہوتا ہے اسی لیے تو آج تک کبھی داڑھی والا چیف آف آرمی سٹاف نہیں بنا۔ کچھ تو طالبان کے وجود کو بھی نہیں مانتے بلکہ اسے بھی بیرونی ہاتھ، سازش اور خفیہ اداروں کی ملی بھگت کا نام دیتے ہیں۔ ملالہ کے معاملے میں بھی وہی بازگشت پھر سے سنائی دے رہی ہے۔ اگر یہ بھی سازش ہے، اس میں بھی خفیہ ایجنسیاں کام کر رہیں ہیں، اس میں بھی بیرونی ہاتھ ہے تو آخر کب اس خفیہ ہاتھ سے قوم کو چھٹکارا ملے گا؟ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری نسل میں کامیاب انسان پیدا ہوں تو

اس کے لیے ضروری ہے کہ ان کی کامیابی کے پیچھے عورت کے ہاتھ کو مضبوط کریں جو عورت کی تعلیم کے بغیر ممکن نہیں۔ اس کے لیے اگر کوئی سازش بے نقاب کرنی پڑے یا خفیہ بیرونی ہاتھ جڑ سے اکھاڑنا پڑے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہونا چاہیے۔ ورنہ جماعت اسلامی کے سابق امیر جناب قاضی حسین احمد نے تو یہاں تک انکشاف کر دیا ہے کہ احسان اللہ احسان نام کا کوئی شخص تحریک طالبان سے تعلق نہیں رکھتا اور یہ فرضی نام ہے۔ اب قاضی حسین احمد کے اس بیان کی اگر تشریح کی جائے تو وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ پاکستان میں تحریک طالبان نامی کوئی تحریک موجود ہی نہیں تبھی تو کوئی ایرا غیرا نتھو خیرا اٹھ کر طالبان کے کھاتے میں سب کچھ ڈالتا جا رہا ہے اور چونکہ کوئی تحریک ہے ہی نہیں سو اُن کی طرف سے کوئی ردعمل بھی سامنے نہیں آ رہا۔ پھر تو سب کچھ فرضی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ قاضی حسین احمد کا یہ فرضی فرض سے ہے۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

sohailloun@gmail.com

14-10-2012.